eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

CC BY
OPEN ACCESS

ڈاکٹر عرفان پاشا
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، فیصل آباد کیمپس
ڈاکٹر منظور احمد
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد کیمپس
ڈاکٹر آسیہ رانی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ اسلامیہ کالج برائے خواتین، لاہور کینٹ

**Dr Irfan Pasha**
Assistant Professor, Dept. of Urdu, University of Education, Faisalabad Campus
**Dr Manzoor Ahmad**
Associate Professor, Dept. of Urdu, Riphah International University, Faisalabad Campus
**Dr Aasia Rani**
Assistant Professor, Dept. of Urdu, Govt. Islamia College for Women, Lahore Cantt.

# کینٹو (Canto) اور اردو ادب میں اس کا ارتقا

## Canto & Its Evolution in Urdu Literature

## Abstract:

Poetry of any literature is the mirror of that language in which it is being produced. Urdu literature, under the influence of globalization, have changed so much and adopted many forms and moulds of poetry from modern literature of the western world. Urdu poetry especially in the nearer past, have adopted many new styles, techniques and Genres from the languages of the world. In this article it is discussed that to what extent Urdu literature has adopted the genre of Canto and what are the different ways of exploration and innovation of Urdu poets in this regard. It presents the conteporary situation of Canto alongwith its tradition in Urdu literature.

**Key Words:** Globalization, Canto, Jafar Tahir, Jilani Kamran, NM Rashid, Jameeluddin Aali, Hadi Hassan, Iftikhar Jalib

**کلیدی الفاظ:** عالم گیریت، کینٹو، جعفر طاہر، جیلانی کامران، ن م راشد، جمیل الدین عالی، ہادی حسن، افتخار جالب۔

گلوبلائزیشن کے عالم گیر مظہر کے زیر اثر جہاں معاشرتی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئی ہیں وہاں ادب میں بھی ایک واضح بدلاؤ دیکھنے میں آتا ہے۔ معاشروں کے سماجی سطح پر ایک دوسرے سے اخذ و قبول کے عمل میں ادب بھی اسی طرح برابر کا حصہ دار ہے۔ اردو ادب نے مغربی دنیا بشمول یورپ و امریکہ اور مشرقی دنیا بشمول جاپان سے اچھا خاصا اثر قبول کیا ہے اور کچھ نئی اصناف ادب بھی اختیار کی ہیں جو ان علاقوں میں مروج تھیں۔ ان اصناف شعر میں مغرب سے سانٹ، ترائیلے، کینٹو، لمرک، بلینک ورس، ری ورس وغیرہ شامل ہیں تو دوسری جانب مشرق سے جاپانی اصناف ہائیکو، واکا، تنکا، رینگا وغیرہ نے بھی اردو ادب میں ورود کیا ہے۔

کینٹوCanto اطالوی زبان کا لفظ ہے اور یہ لاطینی کے Cantus سے ماخوذ ہے جس کا مطلب گیت یا کسی نظم کا گایا جانے والا بند ہے۔بعد میں یہ نظم کے اہم ترین حصے لے لیے بھی یہ نام استعمال کیا جانے لگا۔دانتے کی "ڈیوائن کامیڈی"، ایڈمنڈ سپنسر کی "فیئری کوئین"، لارڈ بائرن کی "ڈون جوان" اور الیگزنڈر پوپ کی "دی ریپ آف دی لوک" کینٹو کی ہیئت میں لکھی گئی ہیں۔اس کو پرانی انگریزی زبان میں فٹ (Fit) یا Fytte کہا جاتا تھا۔جب کہ احسن علی خان اپنے ایم اے کے مقالہ بہ عنوان "جعفر طاہر کی نظم نگاری" مملوکہ پنجاب یونی ورسٹی، لاہور میں کینٹو کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"کینٹوز ایک طویل نظم کو کہتے ہیں جو مختلف حصوں پر مشتمل ہو اور جس میں نغمگی کا تاثر قائم رہے، اردو میں نظم کی جس قسم کو غنائیہ کہا جاتا ہے وہی کینٹوز کے ہم پلہ قرار دی جاسکتی ہے۔لہٰذا اغنائی انداز کی رزمیہ اور بزمیہ نظموں کو کینٹوز کہنے میں کوئی حرج نہیں۔" (۱)

ن م راشد نے "ایران میں اجنبی" کے عنوان سے اسی نام کے مجموعے کی آخری نظموں کو کانتو کہا ہے۔یہ تیرہ نظمیں من وسلویٰ، میزبان، نارسائی، کیمیاگر، ہمہ اوست، مار سیاہ، دست ستم گر، درویش، خلوت میں جلوت، تیل کے سوداگر، وزیرے چنیں، شاخ آہو اور تماشہ گہ لالہ زار ہیں۔یہ سب نظمیں الگ الگ وجود بھی رکھتی ہیں اور ایک مرکزی دھارے سے بھی مربوط ہیں جو جدید ایران اور اس کے عالمی تناظر میں اس کے مقام کی وضاحت کرتی ہیں۔"من وسلویٰ" میں فارس کی عظمت رفتہ کا یوں بیان کرتے ہیں:

خدائے برتر
یہ داریوش بزرگ کی سرزمیں
یہ نوشیروان عادل کی داد گاہیں
تصوف وحکمت وادب کے نگار خانے
یہ کیوں سیہ پوست دشمنوں کے وجود سے
آج پھر ابلتے ہوئے سے ناسور بن رہے ہیں (من وسلویٰ) (۲)

اس کے بعد ایران کو پورے ایشیا کی علامت بنا کر پیش کرتے ہیں اور "نارسائی" میں سارے ایشیائی ملکوں کے لوگوں کو یہ درس دیتے ہیں کہ مغربی استعمار اور ان کی چال بازیوں کے سامنے سینہ سپر ہو جاؤ تا کہ تم اپنے وسائل کو ان کی دست برد سے بچا سکو۔ایشائی اتحاد کا نعرہ یوں بلند کرتے ہیں:

اور اب عہد حاضر کے ضحاک سے
رست گاری کا رستہ یہ ہے
کہ ہم ایک ہو جائیں، ہم ایشیائی
وہ زنجیر جس کے سرے سے بندھے تھے کبھی ہم
وہ اب سست پڑنے لگی ہے
تو آؤ کہ ہے وقت کا یہ تقاضا
کہ ہم ایک ہو جائیں، ہم ایشیائی (نارسائی) (۳)

ایران بھی تیل کی دولت سے مالامال ہے جس پر مغربی طالع آزماؤں کی نظریں جمی ہیں اسی لیے وہ ایران کو ہر طرح سے دھمکانے اور ڈرانے کی کوشش کرتے ہیں۔اس کوشش کا واحد مقصد کویت، سعودی عرب، عراق اور لیبیا کی طرح ایران کے تیل پر بھی مغربی قبضے کی خواہش ہے۔راشد نے بہت سال پہلے "تیل کے سوداگر" میں اس خطرے سے آگاہ کر دیا تھا:

گھروں میں ہوا کے سوا
سب صداؤں کی شمعیں بجھا دو
کہ باہر فصیلوں کے نیچے
کئی دن سے رہزن ہیں خیمہ فگن
تیل کے بوڑھے سوداگروں کے لبادے پہن کر
وہ کل رات یا آج کی رات کی تیرگی میں
چلے آئیں گے بن کے مہماں
تمہارے گھروں میں
وہ دعوت کی شب جام و مینا لنڈھائیں گے
ناچیں گے گائیں گے
بے ساختہ قہقہوں، ہمہموں سے
وہ گرمائیں گے خون محفل
مگر پو پھٹے گی
تو پلکوں سے کھودو گے خود اپنے مردوں کی قبریں
بساط ضیافت کی خاکستر سوختہ کے کنارے
بہاؤ گے آنسو (تیل کے سوداگر)[۴]

جب کہ "تماشا گہہ لالہ زار" میں ایران کی موجودہ حالت کو دیکھ کر کڑھتے ہیں جس میں ماضی کی شان و شوکت اور سطوت و ثروت کا کوئی نشاں نہیں:

تماشا گہہ لالہ زار
اب ایراں کہاں ہے
یہ عشقی کا شہکار____ "ایران کی رست خیز!"
اب ایراں ہے اک نوحہ گر پیر زال
ہے مدت سے افسردہ جس کا جمال
مدائن کی ویرانیوں پر مجسم اشک ریز
وہ نوشیرواں اور زردشت اور داریوش
وہ فرہاد شیریں، وہ کیخسرو و کیقباد
ہم اک داستاں ہیں وہ کردار تھے داستاں کے
ہم اک کارواں ہیں وہ سالار تھے کارواں کے

تہ خاک جن کے مزار　　(تماشہ گہہ لالہ زار) (۵)

اردو میں کینٹو نگاری کے آغاز کا سہرا ہادی حسن کے سر باندھا جاتا ہے ان کے بعد اسے عروج بخشنے والوں میں ن م راشد اور جعفر طاہر کے نام لیے جاتے ہیں۔ جعفر طاہر نے اس ہیئت میں تسلسل کے ساتھ لکھا اور اسے اردو میں معتبر صنف بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ جعفر طاہر کے کینٹو کے تین مجموعے "ستارہ انقلاب"، "ہفت کشور" اور" ہفت آسمان" ہیں۔ "ستارہ انقلاب" صدر ایوب خان کی پالیسیوں اور طرز حکومت کی مدح میں لکھا گیا ہے اور اس میں ایوب خان کو ہی ستارہ انقلاب کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔"، ہفت کشور" میں ترکی، مصر، عراق، عرب، ایران، پاکستان اور الجزائر کو موضوع بنایا گیا ہے۔"ہفت آسمان" غیر مطبوعہ ہے اور اس میں بھی سات ملکوں کو ہی بہ طور موضوع منتخب کیا گیا ہے۔"ہفت کشور" میں پیش لفظ کے طور پر ایک نظم "حدیث دلبراں" میں لکھتے ہیں:

مرے عزیزو
یہ پوچھتے کیا ہو، کون ہوں میں
یہ بات چھوڑو
بلندیوں کا سلام لو
کاروبار شہر سپہر دیکھو
چلو پھر وگل سروش پہنائیوں میں، گاتے ہوئے ستاروں کی وادیوں میں
قدم گہہ شاہدان جنت جمال دیکھو (۶)

اس کے بعد ترکی کی سرزمین کے بہادروں، جنگ جوؤں کے کمالات، وہاں کی خوب صورت عمارتوں اور وہاں کے لوگوں کے حسن و جمال کو یوں بیان کرتے ہیں:

قریب کی جھاڑیوں سے
اک بھیڑیا غضب ناک و زخم خوردہ
نکل کے لاشوں کے درمیاں آ کھڑا ہوا
اک چٹان پر چڑھ کے چیختا ہے
سنو کہ وہ رہ رہ کے چیختا ہے
یہ ترکی ہے مردان جرار کی سرزمیں، جاں نثاروں کی مسرور دنیا
سجیلے سواروں، ستارہ شکاروں جواں گل عذاروں کی مخمور دنیا
فلک بوس قلعوں، جنوں خیز محلوں، مسلسل حصاروں کی مغرور دنیا
ہری وادیوں، انگبیں گھاٹیوں، سیم گوں کوہساروں کی پر نور دنیا (۷)

اس کے بعد صلیبی جنگوں کا منظر دکھاتے ہیں جن میں قسطنطین اعظم اور مسلمان سپہ سالار اپنی اپنی فوج کے سورماؤں کا خون گرما رہے ہیں۔ یہ حصہ رجز جیسی کیفیت لیے ہوئے ہے۔ ملاحظہ کیجئے:

قسطنطین اعظم:　　صلیبیو! بہادرو!
سپاہیو! دلاورو!

بڑھو بڑھو بڑھو بڑھو
عدو کو آج بھون دو
وطن کی سرزمین کو
عدو کا آج خون دو
صلیبیو! بہادرو!
ایک مسلمان سالار:　مجاہدان صف شکن
دلاوران تیغ زن
بڑھے چلو بڑھے چلو
فصیل پر چڑھو چڑھو
بڑھو بڑھو اڑو اڑو (۸)

اس سے آگے جا کر یہ نظم ڈرامے کی صورت اختیار کر لیتی ہے جہاں مولانا روم بھی ایک کردار ہیں اور جہاں وہ جدید ترکی کے نوجوانان سے مکالمہ کر رہے ہیں:

| | |
|---|---|
| دوسرا لڑکا | جناب وہ کون شخص بیٹھا ہے؟ |
| تیسرا لڑکا | اخوند عالی مجھے تو ڈر لگ رہا ہے اس سے |
| مرشد روم | عزیزو یہاں کوئی بھی تو نہیں ہے |
| چوتھا لڑکا | جناب تالاب کی طرف دیکھئے نا ! |
| مرشد روم | یہ کوئی مفت خورہ چپڑ قناتی ٹکڑ گدا ہے |
| پانچواں لڑکا | ایسا فقیر شہر میں دیکھا نہیں کبھی |
| مرشد روم | نہ جانے بدبخت کس طرف سے ٹپک پڑا ہے |
| چھٹا لڑکا | شکل دیکھی آپ نے |
| مرشد روم | لاحول ولا قوۃ الا باللہ (۹) |

اس کے بعد مصر کا بیان ہے جو وادی نیل کی سرزمین ہے اور نیل ہی اس کی دنیا میں بڑی پہچان ہے۔یہی دریائے نیل مصریوں کے لیے سب کچھ ہے۔لکھتے ہیں:

سواد اعظم کے سینہ سخت پر سسکتی ہوئی سیہ بوند دیکھتے ہو
اسی کو اب دیکھتے رہو
اس کی سمیٔ سرسراہٹوں پر نظر رکھو
یہ جان بھی پڑ گئی
کہ مار سیاہ پھنکارنے لگا ہے
یہ نیل بھی ہے
یہ ناگ بھی ہے
یہ راگ بھی ہے

یہ آگ بھی ہے (۱۰)

اس کے بعد فرعون مصر اور اس کی بیوی آسیا کے مکالماتی ڈرامے کی صورت میں مصر کی تاریخ اور اس کے ایک انتہائی اہم واقعے یعنی حضرت موسیٰ کی قصر فرعون میں پرورش کو یوں بیان کرتے ہیں:

فرعون سن لیا، خیر سے فرزند کے لچھن دیکھے
دن کو ہم دیکھ رہے ہیں وہ نہ دشمن دیکھے
آسیا بات سچی بھی اگر ہو نہیں کہتا کوئی
اپنے بچوں کو برا تو نہیں کہتا کوئی (۱۱)

ان کینٹوز میں جعفر طاہر نے اردو شاعری کی تقریباً تمام مروج ہیئتوں کو بڑی کامیابی سے استعمال کیا ہے۔ مصر کے بارے میں لکھتے ہوئے دیکھئے کیسے مستزاد کی ہیئت لے کر آئے ہیں:

نیل کی لہریں دیکھ چکی ہیں سیل سبک رفتاراں برق سواراں
طنطنہ صد لشکریاں پندار ستم آثاراں غارت کاراں
فرمان روایان دو عالم سلسلہ سرداراں خود مختاراں
قافلہ قافلہ تاج وراں گیتی عرش تباراں کوہ وقاراں (۱۲)

اس کے بعد سعودی عرب کا بیان ہے جس میں عرب معاشرے اور اس کے رسوم و رواج کی عمدہ تصویر کشی کی گئی ہے۔ جعفر طاہر نے وہاں صحرائی علاقے کی آب و ہوا اور عربوں میں سال ہا سال جاری رہنے والی جنگوں اور خون ریزی کی عکاسی ان لفاظ میں کی ہے:

یہاں ایک صحرائے لق ودق ہے
نہ موجہ ابر نے شفق ہے
رواں دواں ندیاں لہو کی
اجل کا دیکھو تو رنگ فق ہے (۱۳)

پھر اس کے بعد اس خطے میں مبعوث ہونے والے انبیا کا ذکر کرتے ہیں جنھوں نے اس بدوؤں کو جہاں داری سکھائی اور تمام تر دولت اور طاقت کے ہوتے ہوئے بھی احکام ربانی سے سر تابی نہیں کی۔ یہاں جعفر طاہر نے ترانے کا انداز اختیار کیا ہے:

ہمہ رسولان پاک صف بستہ اندو مصروف حمد باری
ز فرش تا عرش سیل انوار و بارش لطف خاص جاری
طرف طرف حوریاں دویدہ بدل تمنائے جاں سپاری
بادیدہ تر
بادیدہ تر
بادیدہ تر (۱۳)

اس کے علاوہ ان میں دیگر زبانیں بھی اپنی تہذیبی مناسبت سے آتی ہیں اور عجیب وغریب ہیئتں بھی ایجاد کی ہیں جن کی صوری شکل اردو میں بالکل انوکھی ہے:

آمنا بالقب زبورا

صحف ابراہیم و موسیٰ

ہذا قرآناً عربیا

لاریب لاریب فیہا

حقاً حقاً حقاً حقاً

صدقاً صدقاً صدقاً صدقاً(۱۵)

"ہفت آسمان" جعفر طاہر کا غیر مطبوعہ کینٹوز کا مجموعہ ہے، اس میں سے بعض نظمیں احسن علی خان نے اپنے ایم اے کے مقالہ بہ عنوان "جعفر طاہر کی نظم نگاری" میں درج کی ہیں۔ ان میں زیادہ تر غزل کی پابند ہیئت کو استعمال کیا گیا ہے:

[ وہ چرتی ہوئی خان کی دودھ سی گھوڑیاں شبنمیں مرغزاروں میں ہر سو

کسے اتنی فرصت کہ دیکھے کسانوں کی پر آب آنکھوں کے ناپاک آنسو

یہ سرزمین علم و حکمت و ہنر، ذلیل ہے

ستم کہ اپنے دیس میں بشر ذلیل ہے (۱۶)

ایک اور کینٹو دیکھیے جو مثنوی کی ہیئت میں ہے:

مجھے علم ہے کس طرح آگ برساتی ہیں سرخ ہونٹوں کی تپتی کمانیں

کلیجوں میں پیوست ہوتی ہیں کیوں کر گھنے ابروؤں کی لپکتی سنانیں

سنہری لٹوں کے سبک اور موہوم خم آتشیں پھول بنتے ہیں کیسے

سنا برق سینوں کے سیمیں کنول اک دوپٹے کی لہروں میں تنتے ہیں کیسے

لہکتی لہکتی ہوئی خوش بوؤں کی فسوں ساز پریاں پروں پر اڑا کر

مجھے علم ہے کس طرح چھوڑ جاتی ہیں ویران خوابوں کی راہوں پر (۱۷)

قدیم بنجر میں افتخار جالب کی سترہ نظمیں 'حیات اندر مدام رونق نژاد'، 'ذرہ ذرہ محال کی بکھری پتیاں'، 'سیری بلم بلائے مبرم'، 'نفیس لامرکزیت اظہار'، 'مصدریت شگفتن افشردن'، 'گفتگو کو پرونے والی کنواری آواز'، 'لا مختتم زمرد چمکتا اغلاق'، 'خواہش کی جھلجھلاہٹ کا لاوا'، 'لامعنی کا خمیازہ تشدد کا صلہ، واللہ'، 'چیخ ادھوری عقوبت چھینتی'، 'چومتا پانی، پانی پانی'، 'دہر کے ہیئتی شیئتی سحر کا پردہ'، 'وصل نفی کے قرب وجوار میں'، 'ایک چھچھلتا لمس'، 'زیست کا کوڑا ملبہ'، 'باطن کی وحشت' اور 'خالص معجزہ' شامل ہیں۔ انیس ناگی نے ان کو بھی کینٹوز ہی قرار دیا ہے:

> "قدیم بنجر افتخار جالب کی طویل نظم سات کینٹوز پر مشتمل نظم ہے جو چار سو سے زائد مصرعوں کا حجم لیے ہوئے ہے... 'قدیم بنجر' کے مختلف کینٹوز میں بظاہر کوئی معنوی ربط نہیں ہے کہ ایک کینٹو دوسرے کینٹو کو تقویت دیتی ہوئی معنی کی تکمیل کی طرف رجوع کرے" (۱۸)

یہ سب الگ الگ نظمیں ہیں اور سب اپنے اندر ایک اکائی کی صورت میں منضبط ہیں۔ ان میں جدید زبان کا استعمال ہی قدر مشترک قرار دی جاسکتی ہے۔ ان میں افتخار جالب نے لسانی تشکیلات اور اپنی مخصوص لفاظی سے بھی کام لیا ہے۔ ایک نظم بہ عنوان "چومتا پانی، پانی پانی" دیکھیے:

چھٹتے ارادے یقیں مصیبت پاؤں دھلائے
چشمہ کہ ہونٹ شبیہ لعاب میسرات انوکھا سانحہ ہو جائے گا
میلے کنول کے پھول ڈبوتا، لپٹ لپٹ کر چومتا پانی، پانی پانی
ندامت سے مغلوب خرابی: مدوجزر مغلوب طبیعت کا تخریب تماشہ
مراجعت آنکھوں سے او جھل چھوتی بہاتی بے ترتیب، عذاب ہے (۱۹)

ایک اور نظم "وصل نفی کے قرب وجوار میں" میں لکھتے ہیں:

سوقسموں کی قطع وبرید کے بعد شقاوتوں سے آمیختہ غیبتوں کی تائیدوں کو لے کر
لایعنی اسطوری بکارتوں کی تصحیحوں کے اندر چیتھڑوں میں لپٹائے
ننھی سی خفت ایسی شفق سی لال بھبھوکا عقیدتیں، ان متمول
لفظوں کی تشنہ شیفتگیوں میں قید: زبان کا ذائقہ: جس کے لیے کوئی اسم صفت موجود نہ ہو
کسی طور سے لذتی نعمتوں کا کفران کرے ___ بطلان میں بھی تو
چاہے کتنا ہی مبہم کیوں نہ ہو، ہر حال میں اکھڑے شعور کی ناہموار کثافتیں کروٹیں لیتی ہیں (۲۰)

'خواہش کی جھلجھلاہٹ کا لاوا' تک ہر نظم پر ایک سے لے کر آٹھ تک نمبر لکھے ہیں جب کہ باقی نظموں پر صرف ان کا عنوان ہی جمایا ہے۔ یہ کل سترہ نظمیں بنتی ہیں جو فکری طور پر ایک تسلسل کی حامل نہیں ہیں۔

جمیل الدین عالی کی ضخیم نظمیہ کتاب "انسان" بھی اپنی ہیئت کے اعتبار سے کینٹو ہی پر مبنی ہے۔ یہ ایک طویل نظم ہے جس میں مختلف حصوں میں مختلف بحور استعمال کرتے ہوئے کئی چھوٹے بڑے اجزا کو اکتیس ابواب میں تقسیم کر کے شائع کیا گیا ہے۔ ان کینٹوز میں ارتقائے انسانی میں انسانی ذہن میں اٹھنے والے سوالات اور ان کی سائنسی، فکری، فلسفیانہ اور تاریخی علوم و مظاہر پر مبنی توجیہات پیش کی ہیں۔ شہزاد احمد اور ڈاکٹر ناصر عباس نیر نے بھی اپنے مقدمات میں اسے کینٹوز ہی قرار دیا ہے۔ شہزاد احمد کے بقول:

"ان کے ہر باب کو کینٹو (Canto) کہہ لیا جائے تو ایک ہی کینٹو میں ضرورت کے مطابق کئی کئی بار بحور تبدیل کی گئی ہیں، یہ اس نظم کا حسن بھی ہے۔" (۲۱)

جب کہ ناصر عباس نیر کا کہنا ہے کہ

"اردو کا کوئی دوسرا تسلسل معلومات نہ اتنا متنوع ہے نہ کسی شاعر نے ایک ہی نظمیے کے ساتھ اپنی عمر کا اتنا طویل عرصہ بسر کیا ہے۔ انگریزی میں اس کی مثال ازرا پونڈ کی 'دی کینٹوز' ہے جسے اس نے ۱۹۱۵ء میں لکھنا شروع کیا اور جو وہ عمر بھر (۱۹۷۳ء تک) لکھتا رہا۔" (۲۲)

جمیل الدین عالی کی کینٹوز "انسان" سے انتخاب دیکھیے:

جمالی کوئی مری داستان لکھے
کوئی مری داستان لکھے
جو میری مانند اور لاکھوں شکست کھائے ہوؤں کی تاریخ بھی رہے گی
جنہوں نے کس کس عذاب کو اک بہشت امید کی خوشی میں دبا رکھا تھا
جو ان کو سورج کی اک کرن کی طرح بھی شاداب کر نہ پائی

جنہوں نے اک گرمئ تماشا کو سرد کر کے اس اک تپ اندروں سے کچھ واسطہ نہ رکھا
جو ان کو شبنم کا ایک قطرہ بھی بن کے سیر اب کر نہ پائی

---------

یہاں کوئی امتحان نہیں ہے
یہ شاعری کی زباں نہیں ہے
ہیولےٰ　　تو پھر کرب بھی کہاں سے آئی
جمالی　　سیاہ راتوں نے پھینک دی ہے
دوسرا ہیولےٰ　　یہ ذکرِ شبنم!
جمالی　　یہ لب جو سوکھے ہوئے ہیں اتنے
جنہیں کوئی تجربہ نہیں ہے
جنہیں نہ مشقِ سخن کی مہلت ملی نہ لذت
جنہوں نے ایک لفظ ہی تو سیکھا تھا اتنے دن میں
وہی
محبت　　(جوگ ۔ سیاپا) (۲۳)

دیگر کینٹو نظموں کی طرح اس میں بھی کئی بحریں اور ہیئتیں استعمال کی گئی ہیں جو اس کو فکری بالیدگی کے ساتھ ساتھ فنی تنوع بھی عطا کرتی ہیں۔ جمیل الدین عالی نے عام فہم انداز میں فلسفے اور سائنس کے بڑے سوالات اور نظریات کو نظم کیا ہے جو اردو میں ایک نیا تجربہ ہے:

نسوانی آواز　　اے شخص تو اک عمر سے کیا سوچ رہا ہے
مردانی آواز　　بگ بینگ تو ہو گا پہ کہانی نہیں بنتی
انسان کا آغاز اگر تھا تو خدا تھا
انسان کا انجام اگر ہے تو خدا ہے
اور بیچ میں جو تھا جو ہوا ہے اور جو ہو گا
خود اس کے تماشے ہیں جو وہ دیکھ رہا ہے
نسوانی آواز　　شاید یہ غلط سوچ رہا ہے
شاید یہی سچ ہو
لیکن کوئی بتلائے کہ راز ابھی کے اور صدی چلنا ہے اور کیوں
مردانی آواز　　اتنا بھی معلوم ہو پھر راز کوئی راز کی صورت نہ رہے گا
کوئی اور تلاش من و تو جیسا فسانہ ہی بنے گا
دو چار صدی چپ تو رہو
کچھ تو کھلے گا
نسوانی آواز　　دو چار صدی کیوں

ان اتھلے خیالات کی رو سے
اک لمحہ بھی کافی ہے ذرا جو بھی سکوں دے
مردانی آواز　　تو موت ہے مطلوب
کیا خوب، بہت خوب　(تو موت ہے مطلوب) (۲۴)

"تہجی" میں شاعر اپنے عجز بیاں کا تذکرہ کرتا ہے جو اس کی واردات قلبی کو تحریر کرنے میں مزاحم ہے۔ وہ جو کچھ محسوس کرتا ہے وہ بیان کرتے سے قاصر ہے۔ اس لیے وہ خدا کے حضور مناجات کر رہا ہے۔ یہ نظم انگریزی کی کلاسیکی رزمیہ نظموں Epics کی یاد دلاتی ہے جن میں شاعری اور موسیقی کی دیوی MUSE سے شاعر مناجات کرتا ہے اور طاقت و اظہار کی اہلیت بخشنے کی التجا کرتا ہے:

خداوندا
مرے عجز بیان کی معذرت
جس آگ کی بھٹی میں برسوں بعد پھر جلنے لگا ہوں اور بجھانے میں
وہ سارے بحر و دریا نقش ہائے رنگ رنگ اک تنگنائے بن گئے ہیں
ان میں رہ کر اپنے افکار و بیاں کا حاصلِ بے حوصلہ ہی آزمانے میں
مری مشق سخن ننگ سخن نکلی
کئی خم خانوں میں دانش کے مینا سے بھی صوتِ جانِ من جانانِ من نکلی
سبھی کی سمت جانے کی تو ہمت ہی نہ تھی جس صنف کو جتنا بھی اپنایا
مثال دلبر پیماں شکن نکلی
فلک سے کچھ ستارے استعارے مانگنے اٹھا تو اس کی راہ بھی کوئے خویشتن نکلی　(تہجی) (۲۵)

اسی طرح جیلانی کامران نے اپنی طویل نظم "باغِ دنیا" کو بھی کینٹوز کی ہیئت میں پیش کیا ہے اس کی چھ منزلیں ہیں جن میں پانچ منزلیں اول دوم، سوم چہارم اور پنجم کے نام سے جب کہ چھٹی منزل "منزل تمام" کے نام سے ہے۔ ان منازل میں کئی کئی نظمیں جن میں اساطیری، مذہبی اور حکایاتی عناصر شامل ہیں، مل کر ایک تاثر پیدا کرتی ہیں۔

# حوالہ جات


1. احسن علی خان: ''جعفر طاہر کی نظم نگاری'' پنجاب یونی ورسٹی، لاہور (مقالہ ایم اے اردو) ۲۰۰۶، ص ۹۵
2. راشد، ن م: ''کلیات راشد'' لاہور: ماورا، ۱۹۹۱، ص ۱۸۷
3. ایضاً، ص ۲۰۱
4. ایضاً، ص ۲۳۶ ـ ۲۳۷
5. ایضاً، ص ۲۴۹
6. جعفر طاہر: ''ہفت کشور'' لاہور، گلڈ پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۶۲، ص ۱
7. ایضاً، ص ۱۵
8. ایضاً، ص ۲۷
9. ایضاً، ص ۳۲
10. ایضاً، ص ۵۳
11. ۔ ایضاً، ص ۶۶
12. ایضاً، ص ۸۷
13. ایضاً، ص ۹۳
14. ایضاً، ص ۱۱۳
15. ایضاً، ص ۱۲۸
16. احسن علی خان: ''جعفر طاہر کی نظم نگاری''، ص ۱۲۵
17. ایضاً، ص ۱۲۸
18. افتخار جالب: ''لسانی تشکیلات اور قدیم بنجر'' کراچی: فرہنگ، ۲۰۰۱، ص ۲۱۱
19. ایضاً، ص ۲۱۵
20. انیس ناگی، ڈاکٹر: ''افتخار جالب'' لاہور: حسن پبلی کیشنز، ۲۰۰۶، ص ۵۰
21. عالی، جمیل الدین ''انسان'' کراچی: مکتبہ ہم زبان، ۲۰۰۷، ص ۴۹
22. ایضاً، ص ۵۹
23. ایضاً، ص ۸۱
24. ایضاً، ص ۳۴۴
25. ایضاً، ص ۵۲۳

# References


1. Khan, Ahsan Ali. *Jafar tahir ki Nazm Nigari*. Lahore: Punjab University (Thesis MA Urdu). 2006. P 95
2. Rashid, Noon, Meem. *Kulliyate Rashid*. Lahore: Mawara. 1991. P 187
3. Ibid. P 201
4. Ibid. P 336-37
5. Ibid. P 249
6. Jafar Tahir. *Haft Kishore*. Lahore: Guild Publishing House. 1962. P 1
7. Ibid. P 15
8. Ibid. P 27
9. Ibid. P 32
10. Ibid. P 53
11. Ibid. P 66
12. Ibid. P 78
13. Ibid. P 93
14. Ibid. P 113
15. Ibid. P 128
16. Khan, Ahsan Ali. *Jafar tahir ki Nazm Nigari*. P 125
17. Ibid. P 128
18. Iftikhar Jalib. *Lisani Tashkilat aur Qadeem Banjar*. Karachi: Farhang. 2001. P 211
19. Ibid. P 215
20. Anees Nagi, Dr. *Iftikhar Jalib*. Lahore: Hassan Publications. 2006. P 50
21. Aali, Jamiluddin. *Insaan*. 2007. P 49
22. Ibid. P 59
23. Ibid. P 81
24. Ibid. P 344
25. Ibid. P 523